ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ڈاکٹر انور علی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، اسلامیہ کالج یونی ورسٹی پشاور
اختر علی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، خان شہید گورنمنٹ ڈگری کالج، کبل سوات ۔
محمد یحییٰ
کبل ماڈل سکول اینڈ کالج، کبل سوات

عباس تابش: فطرت کے نامیاتی تصور کا شاعر

Dr. Anwar Ali
Assistant Professor, Department of Urdu, Islamia College University, Peshawar.
Akhtar Ali
Assistant Professor, Department of Urdu, Khan Shaheed, Govt: Degree College Kabal.
Muhammad Yahya
Kabal Model School & College Kabal, Swat

Abbas Tabish: The Poet of Organismic Concept of Nature

Thinkers of all eras have expressed their views on the relationship between nature and man. Despite all the differences, everyone agrees on the point that man and the universe are individual in their structure but have twin characteristics. The relationship between literature and universe is much deeper than that between philosophy and the universe. Various poets have made the organic relationship between man and the natural universe a subject, but the sincerity and truth with which Abbas Tabish has expressed it is a part of them. In this article, Abbas Tabish's attachment to nature and his Organic Concept of nature are analyzed.

Keywords: *Nature, Philosophy, Thinkers, Universe, Organic Concept of nature.*

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ابتدا سے انسان اور کائنات کے تعلق کے بارے میں یہ نظریات ملتے ہیں کہ یہ کائنات ایک ساکن وجود ہے اور اس میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ پہلے سے مقررہ ضابطوں اور قاعدوں کے نتائج ہیں۔ اس کائنات میں تبدیلی ممکن نہیں اور اگر تغیر رونما بھی ہو جائے تو اسے پہلے سے مقرر تقدیر کا کھیل تصور کیا جاتا۔ گویا ان مفکرین کی نظر میں کائنات ایک مشین تھی جس کے کُل پرزوں کا کام پہلے سے متعین تھا۔ یہ فکر افلاطون سے لے کر اٹھارویں صدی عیسوی تک انسانی سوچ پر حاوی رہی۔ اس کے بعد حساس طبع لوگوں اور مفکرین نے کائنات پر غور کیا، اس نظام فکر میں موجود تضادات کو پرکھا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ کائنات ساکن نہیں بل کہ ایک متحرک وجود ہے اور اس کا تعلق براہ راست انسان سے ہے۔ اگر انسان ارتقائی مراحل سے گزرتا ہے تو یہ کائنات بھی اس سے اثر قبول کر کے تغیر کے عمل سے گزرتی ہے۔ اس نظام فکر میں کائنات کے لیے استعارہ مشین نہیں درخت ہے جو مسلسل اُگ رہا ہے، بڑھ رہا ہے، نمو پذیر اور مائل بہ ارتقا ہے۔ اس تصور میں انسان کا تعلق کائنات (درخت) سے مشین کے پرزوں جیسا نہیں جو اپنے اپنے متعین کام سرانجام دیتے ہیں بل کہ انسان کا تعلق اس سے گویا جڑ، تنے، پتے، پھلوں، پھولوں اور زمین کی طرح ہے۔ اگر یہ چیزیں درخت سے الگ کی جائیں تو نہ درخت بڑھ سکتا ہے اور نہ یہ عناصر ارتقا کے قابل رہیں گے۔ مدعا یہ کہ اس نظام فکر میں اجزا (انسان اور دیگر مخلوقات) کا اپنے کُل (کائنات) سے رشتہ براہ راست اور نامیاتی ہے۔ یہ ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتے اگر ایک کو نقصان پہنچتا ہے تو دوسروں پر بھی اس کا اثر ہو گا۔ یہی فطرت اور کائنات کا نامیاتی تصور ہے۔ یہ تصور ایک فکری انقلاب کے طور پر ابھرا جو کائنات کو ایک ساکن میکانکی وجود نہیں بل کہ ایک متحرک نامیاتی وجود خیال کرتا ہے جو فطری بنیادوں پر نمو پذیر ہے۔ اس تصور کی تفہیم اقبال کے ان اشعار سے بہ خوبی ہوتی ہے:

؎ یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون[۱]

؎ سکون محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات اک تغیر کو ہے زمانے میں[۲]

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

یہ خیال دراصل سب سے پہلے مورس پیکھم نے لوجوائے اور رینے ویلک کے نظریات کو ہم آہنگ کر کے پیش کیا۔ رینے ویلک وہ مفکر ہے؛ جنھوں نے رومانویت کے تصور کو ایک مربوط شکل دینے کی کوشش کی اور اس نتیجے پر پہنچے کہ اصل رومانوی تخلیق کار وہ ہو گا جس کے ہاں تخیل کا تخلیقی جوہر، فطرت کا نامیاتی تصور اور علامتوں کا منفرد نظام ہو۔ اور وہ عام تصورات نہیں بل کہ رومانویت کے تحت مابعد الطبیعاتی تصورات پیش کرنے پر قادر ہو۔ اس تصور کے حوالے سے عباس تابشؔ کا یہ شعر اہم ہے:

دے مجھے انجم و مہتاب سے آگے کی خبر
مجھ سے فانی کے لیے عالمِ فانی کم ہے (۳)

جدید شعرا میں عباس تابشؔ ایسے شاعر واقع ہوئے ہیں جن کے ہاں جدید تصورات و امکانات پوری آب و تاب کے ساتھ در آئے ہیں۔ رومانویت میں رومانوی و نو رومانوی تصورات ان کے ہاں کثرت سے ملتے ہیں۔ رومانوی شعرا فطرت کے مظاہر سے خاص دل چسپی رکھتے ہیں۔ فطرت کے حسین و جمیل مناظر ہر کسی کو خوب صورت لگتے ہیں۔ فطرت کے حسن میں خدا کی قدرت اور حسن پوشیدہ ہے۔ عباس تابشؔ بھی فطرت اور اس کے مظاہر سے خاص دل چسپی رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنی شاعری میں مختلف مناظر کی خوب صورت تصویر کشی کی ہے۔ عباس تابشؔ کی انفرادیت یہ ہے کہ وہ فطرت کے نامیاتی تصور کا قائل ہے۔ ان کی نظر میں فطرت اور انسان ایک دوسرے سے الگ نہیں بل کہ فطرت انسان سے ہے اور انسان فطرت سے ہے۔ انھیں فطرت کی ہر چیز اپنی ذات کا حصہ معلوم ہوتی ہے۔ تخلیق کائنات کی ابتدا میں فطرت اور انسان ایک دوسرے کے بہت قریب تھے۔ انسان، پرندے، درخت اور دوسری تمام مخلوقات ایک دوسرے سے الگ نہیں تھیں بل کہ ان کا رشتہ ایک ہی گھر کے افراد جیسا تھا۔ صنعتی انقلابات اور انسان کی نو آبادیاتی طرزِ فکر نے فطرت اور انسان کو ایک دوسرے سے دور کر دیا۔ انسان نے فطرت کو خود سے الگ سمجھ کر اس کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ انسان نے جب پہلی مرتبہ شکار کیا تو یہ انسان کا فطرت سے ناطہ توڑنے کا اعلان تھا۔ انھوں نے جنگلات، درختوں، پہاڑوں اور پرندوں کو قابو کر کے ان کا استحصال شروع کیا۔ یہی وجہ ہے کہ فطرت اور انسان کے مابین دراڑیں آ گئیں اور ان کا رشتہ ایک دوسرے سے کٹ گیا۔ ایسے فطرت شکن دور میں عباس تابشؔ نے یہ تصور دیا ہے کہ فطرت اور انسان کی بنیاد ایک ہے اور وہ ایک دوسرے سے الگ نہیں۔ عباس تابشؔ کی شاعری میں درخت، پرندے، سورج، آسمان، جھیل، تالاب، دھنک، پتے، پھول، شاخ، دریا، پہاڑ، چاند، مہتاب، دشت، باغات، تارے اور جنگلات کے حسین مناظر کا ذکر ملتا ہے۔ ان کی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

شاعری میں درخت اور پرندے کا خاص تذکرہ ملتا ہے۔ ان کی نظر میں درخت، پرندے اور انسان ایک ہی گھر کے افراد ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ درختوں اور پرندوں کی موجودگی ہی سے گھر مکمل ہوتا ہے۔ پرندے، درخت اور انسان ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ پرندہ، درخت اور انسان کا یہ مثلث ان کے ہاں نامیاتی تصورِ فطرت کی خبر دیتا ہے۔ عباس تابؔش کو درختوں اور پرندوں کی قربت سے وہ خوشی ملتی ہے جو اہلِ خانہ کی صحبت سے ملتی ہے اور ان کی غیر موجودگی میں وہ اس طرح بے چینی، بیگانگی، تنہائی، دوری اور اجنبیت محسوس کرتے ہیں جیسے اپنوں کے بچھڑ جانے سے محسوس کی جاتی ہے۔ یہی وجہ کہ عباس تابؔش کو "پرندوں اور درختوں کا شاعر" کہا جاتا ہے۔ درختوں اور پرندوں سے قربت کے حوالے سے عباس تابؔش کا خود کہنا ہے:

> "مجھے درختوں اور پرندوں سے عشق ہے۔ میں بچپن میں پرندوں کو دانہ ڈالا کرتا تھا۔ ہمارے گھر کے قریب بیری کے درخت تھے میں ان پر چڑھ کر بیری چنتا تھا۔ وہ ایک عجیب ماحول تھا جس میں پرندوں کی آوازیں، درختوں کی گفتگو مجھے صاف سنائی دیتی تھی۔ آج بھی میں اسی ماحول میں ہوں۔ میں سمجھتا ہوں اس زمانے میں پرندے کی آواز غیب کی آواز ہے۔ وہ معنیٰ بے لفظ بولتے ہیں۔۔۔۔۔ اسی طرح درخت ہے۔ درخت مجھے ولی لگتا ہے۔ ہمارا کوئی ایک بچھڑ کر چلا جائے تو ہم بہت چیختے دھاڑتے ہیں، ہجر مناتے ہیں۔ درخت کے جسم سے اُگنے والے لاکھوں کروڑوں پتے ایک موسم میں اسے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور وہ وہیں خاموش کھڑا رہتا ہے اور اگلے پتوں کے انتظار میں کئی موسم گزار دیتا ہے۔ ۔۔۔۔ درخت ہمیں سکھاتا ہے کہ وفاداری کیا ہوتی ہے۔ صبر بھی درخت سکھاتا ہے کہ کوئی بھی موسم ہو درخت اسے برداشت کرتا ہے۔۔۔۔۔۔ مجھے لگتا ہے درخت دستِ دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجسّم دعائیں زمین پر اتاری ہوئی ہیں۔ کیوں کہ **الشجرُ یسجُدان**۔"(۴)

ان تصورات اور افکار سے پتہ چلتا ہے کہ عباس تابؔش کا فطرت سے اپنائیت اور قربت کا رشتہ ہے۔ اس رشتے میں گہری اُنسیت اور معنویت پوشیدہ ہے۔ درخت اور پرندے ان کی ذات کا حصہ ہیں۔ ان تصورات کے حوالے سے عباس تابؔش کے کلام سے اشعار ملاحظہ کیجیے:

؎ کیا کہوں جو سکون ملتا ہے
ایک صوفی شجر کی صحبت میں(۵)

؎ اک پرندے نے مجھے اب یہ نصیحت کی ہے
لوٹ کر آیا نہیں جس نے بھی ہجرت کی ہے(۶)

؎ ہمیں سماعتِ بے لفظ کی اجازت ہے
ہمارے ساتھ پرندے کلام کرتے ہیں(۷)

پرندوں اور درختوں سے لگاؤ عباس تابشؔ کو ایک فطرت پسند شاعر ظاہر کرتا ہے۔ فطرت اور ماحول سے متعلق انھوں نے جو تصورات پیش کیے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ گویا وہ ایک ماحولیاتی نقاد ہے اور فطرت کو لاحق خطرات آشکارا کرنا چاہتا ہے۔ ان کو یہ احساس ہے کہ فطرت کی بقا اصل میں انسان ہی کی بقا ہے۔ ڈاکٹر ضیاء الحسن عباس تابشؔ کے تصور فطرت کے حوالے سے کچھ یوں رقم طراز ہے:

> " اس کی شاعری میں پیڑ اور پرندے یعنی فطرت غیر نہیں بلکہ انسانی وجود کا لازمہ ہے۔ یہ ایک کلاسیکل رویہ ہے جس میں انسان صرف انسانوں سے ہی منسلک نہیں ہوتا بلکہ اپنے پورے ماحول سے جڑا ہوتا ہے۔ آج کی دنیا میں ہم جس Ecological Disorder سے دوچار ہیں، شاعر ہمیں اس سے نکال کر ایک مربوط اور مکمل زندگی کی طرف بُلانا چاہتا ہے۔ جب ہم شاعری کے ذریعے ان رویوں سے آشنا ہوتے ہیں تو لاشعوری طور پر فطرت سے ہمارا ٹوٹا ہوا تعلق قائم ہو رہا ہوتا ہے۔"(۸)

عباس تابشؔ شاعرِ فطرت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر ساحل سلہری نے ان کا نام جوش ملیح آبادی اور حفیظ جالندھری جیسے بڑے رومانوی شعرا کے ساتھ لیا ہے۔ فطرت کی خوب صورت پیرائے میں عکاسی ان کی شاعری میں حسن، نزاکت اور جمالیاتی ادراک پیدا کرتی ہے۔ فطرت کے ساتھ اتنی قربت انھیں ایک صوفی منش اور درویش صفت انسان بھی ظاہر کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں تصوف اور عشق کا امتزاج نظر آتا ہے۔ درختوں اور

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

پرندوں یعنی فطرت کے ساتھ عباس تابؔش خود کو محفوظ اور محظوظ سمجھتا ہے۔ان کا خیال ہے کہ انسانوں نے انھیں بہت دھوکے دیے ہیں جب کہ فطرت ایک خالص چیز ہے جو وفاداری اور مخلصی سکھاتی ہے:

؎ عجیب دھوکے دیے پیار کی ضرورت نے
لگے شجر بھی مجھے دستِ مہرباں کی طرح(۹)

فطرت ربِ کائنات کی ثناخوان ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کے نمونے ہمیں فطرت میں جابہ جا نظر آتے ہیں۔ فطرت میں موجود پیڑ، پرندے اور ہوا وغیرہ ہر وقت اللہ کی عبادت میں مصروف ہوتے ہیں۔ فطرت کی ثناخوانی کی تصویر عباس تابؔش کے کلام میں جابہ جا موجود ہے:

؎ کہ جیسے شہر پر کوئی مصیبت آنی والی ہو
ہوا کچھ پڑھتی جاتی ہے، شجر تسبیح کرتے ہیں(۱۰)

عباس تابؔش پرندوں کو بھی مصیبتوں اور بلاؤں سے حفاظت کا ذریعہ سمجھتے ہیں کہ یہ جس گھر میں ہوتے ہیں وہ محفوظ اور پر سکون ہوتے ہیں:

؎ یہ پرندے آیتِ ردِ بلا سے کم نہیں
ان کے ہونے سے ہمارا مستقر محفوظ ہے(۱۱)

فطرت کے ساتھ عباس تابؔش کی محبت اور اُنسیت کا اندازہ ان کے مجموعوں کے ناموں سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ یہ نام فطرت سے مستعار ہیں۔ ''آسمان''، ''پروں میں شام ڈھلتی ہے'' اور ''شجر تسبیح کرتے ہیں'' ان کے مجموعے ہیں جو فطرت سے ان کے تعلق کو ظاہر کرتے ہیں۔ بقولِ ڈاکٹر اظہار الحق:

> '' عباس تابش کی شاعری کیا ہے؟ ایک وسیع اقلیم ہے، اس اقلیم کی کئی ولایتیں ہیں۔ ہر ولایت کا ایک انتظام ہے۔ ایک ولایت درختوں کے سپرد ہے۔ ایک ولایت کے انصرام پر پرندے مامور ہیں۔ ایک ولایت میں صرف محبت کے معاملات طے ہوتے ہیں۔ ایک ولایت باطنی اور خارقِ عادت (Metaphysical) امور کے لیے وقف ہے۔۔۔''(۱۲)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ڈاکٹر اظہار الحق کی رائے سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ عباس تابشؔ کی شاعری میں درخت اور پرندے کو ایک جداگانہ حیثیت حاصل ہے۔ عباس تابشؔ نے غزل کے ساتھ ساتھ نظم میں بھی فطرت اور انسان کے تعلق کو واضح کیا ہے۔ اپنی ایک نظم " درختوں اور پرندوں کا ہمزاد" میں انھوں نے خود کو پرندوں اور درختوں کی صحبت کا حصہ قرار دیا ہے۔ وہ ان سے باتیں کرتا ہے۔ کبھی خود کو پرندہ تو کبھی خود کو درخت تصور کرتا ہے۔ یہ نظم نامیاتی فطرت کے تصور کا ایک بہترین مرقع ہے کیوں کہ عباس تابشؔ اپنی طرح ہر کسی کو پرندوں اور درختوں کا ہم زاد بنانا چاہتا ہے۔ نظم سے کچھ مصرعے ملاحظہ کیجیے:

"پرندوں کی زباں تم جانتے ہو
درختوں سے تمھاری دوستی ہے
محبت نے تمھیں عورت کے دل سے لے کے دنیا تک
برش سے الجھنوں میں رنگ بھرنے
مو قلم سے زخم لکھنے اور یاروں میں اداسی کا نیا مفہوم دے کر
نظم کہنے کا سلیقہ دے دیا ہے۔۔۔۔۔
کہ میں بھی اک شجر ہوں، اک پرندہ ہوں
درختوں سے تمھاری دوستی ہے
پرندوں کی زباں تم جانتے ہو"(۱۳)

عباس تابشؔ اپنی شاعری میں درختوں سے باتیں کرتا ہے، ان سے معاملات طے کرتا ہے۔ درختوں کو اپنے دکھ درد کے قصے بیان کرتا ہے۔ پرندوں اور درختوں کو اپنا غم خوار گردانتا ہے۔ درختوں کو اپنے زخم دکھاتا ہے۔ ان کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد مانتا ہے۔ پرندوں اور درختوں کے درمیان سکون محسوس کرتا ہے۔ پرندہ ان کے ہاں امن اور درخت وفاداری اور تسلیم و رضا کی علامت ہے۔ ان کے خیال میں درخت اور پرندے افرادِ خانہ کی طرح ضروری اور اہم ہیں۔ ان کے بغیر عباس تابشؔ کو گھر مکمل محسوس نہیں ہوتا۔ پرندے اور درخت ان کی تنہائی کے ساتھی ہیں:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

؎ یہ کہہ کر میرے گھر سے فرشتے چلے گئے
وہ کوئی گھر ہے جس میں پرندوں کا گھر نہ ہو(۱۴)

؎ اگر قریب سے گزروں تو ایسا لگتا ہے
یہ پیڑ مجھ سے کوئی بات کرنا چاہتے ہیں(۱۵)

؎ عجیب پیڑ ہیں ان کو حیا نہیں آتی
ہمارے سامنے کپڑے بدلنے لگتے ہیں(۱۶)

ہر طرف بد امنی، استحصال، ظلم و ستم، حق تلفی اور انتشار کا دور دورہ ہے۔ جس طرح انسان پر ظلم ہو رہا ہے اس کا قتلِ عام ہو رہا ہے بالکل اسی طرح فطرت اور ماحول بھی استحصالی رویوں کے لپیٹ میں ہے۔ صنعتی انقلابات نے فطرت کو کافی نقصان پہنچایا ہے۔ عباس تابشؔ کو یہ رویے اندر ہی اندر کھائے جا رہے ہیں۔ وہ فطرت کی بقا کے لیے فکر مند ہے۔ کیوں کہ فطرت کی بقا سے انسان کی بقا وابستہ ہے۔ ان کی نظر میں فطرت کی جمالیات اور انسانی شعریات ایک دوسرے سے الگ نہیں اگر ایک کو نقصان پہنچتا ہے تو دوسرے پر بھی اس کا اثر پڑے گا۔ اس حوالے سے عباس تابشؔ کا شعری اظہار ملاحظہ کیجیے:

؎ میرے اعصاب معطل نہیں ہونے دیں گے
یہ پرندے مجھے پاگل نہیں ہونے دیں گے(۱۷)

؎ یار! اک بار پرندوں کو حکومت دے دو
یہ کسی شہر کو مقتل نہیں ہونے دیں گے(۱۸)

آخر الذکر شعر گہری معنویت کا حامل ہے۔ پرندوں کو حکومت دینے کی جو ترغیب یہاں ہو رہی ہے اصل میں اس سے مراد فطرت کو تسخیر کرنے کی جو کوشش جاری ہے اور اس کا جو استحصال ہو رہا ہے اسے روکنا ہے۔ مثلاً شجر کاٹنے اور جنگلات جلانے سے اگر ایک طرف پرندوں کے گھر ختم ہو رہے تو دوسری طرف درختوں کی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

کٹائی سے انسان اور فطرت دونوں کو نقصان ہو رہا ہے۔ دنیا کو مقتل بنانے سے ایک چیز روک سکتی ہے اور وہ یہ کہ انسان فطرت کی طرف مراجعت کرلے اور اس کے ساتھ مفاہمت کا رویہ اختیار کرے۔ یہی عباس تابشؔ کی نامیاتی تصور فطرت کا لُبِ لُباب ہے۔

عباس تابشؔ کے تصور فطرت میں درختوں اور پرندوں کے علاوہ فطرت کے دوسرے مظاہر بھی خوب صورت اور رومانوی انداز میں بیان ہوئے ہیں۔ جھیل، تالاب، چاند، ستارے، آسمان، بارش، مہتاب، سورج اور دشت و باغات کا ذکر بھی ان کی شاعری میں کثرت سے ہوا ہے:

؎ چاندنی خنداں ہے اپنے حجرۂ مہتاب پر
اور میں نازاں ہوں اس پر میرا گھر مٹی کا ہے(۱۹)

؎ جب رات کی سیاہی پیڑوں پہ گر رہی تھی
جنگل سے ہو رہا تھا اس دم گزر ہمارا(۲۰)

عباس تابشؔ کی شاعری مظاہرِ فطرت اور کائنات کے خوب صورت مناظر سے بھری پڑی ہے۔ ان کے تصور فطرت میں اہم نکتہ یہ ہے کہ وہ فطرت کو دوسرے شعرا کی طرح محض حسن و جمال کے ایک پیکر کی نظر سے نہیں دیکھتے بل کہ فطرت کو انسانی وجود کا لازمی حصہ سمجھتے ہیں۔ ان کی نظر میں انسان فطرت سے لاتعلق ہو چکا ہے۔ وہ اس تعلق کو دوبارہ استوار کرنے کا آرزومند ہے۔ ان کی نظر میں فطرت کی بقا انسان کی بقا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں فطرت کے حوالے سے عامیانہ افکار نہیں ملتے بل کہ وہ فطرت کے نامیاتی تصور کے ایک اہم شاعر ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ اقبال، کلیات اقبال (اردو)، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، اشاعتِ دوم ۱۹۹۴، ص ۳۶۴
۲۔ ایضاً، ص ۱۷۳
۳۔ عباس تابش، عشق آباد (کلیات)، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، اشاعت چہارم، اگست ۲۰۱۵ء، ص ۴۵۵
۴۔ https://youtu.be/yyv_DAOsLV4
۵۔ عباس تابش، عشق آباد (کلیات)، محولہ بالا، ص ۵۴۲
۶۔ ایضاً، ص ۳۰۶

۷۔ ایضاً، ص۵۳۵

۸۔ ڈاکٹر ضیاء الحسن، شاعری کبھی الہام نہ تھی، مشمولہ: چہار سو، فیض الاسلام پرنٹنگ پریس، راولپنڈی، جلد ۲۹، شمارہ: جولائی، اگست ۲۰۲۰، ص ۳۱

۹)۔ عباس تابش، عشق آباد (کلیات)، محولہ بالا، ص۲۰۴

۱۰۔ ایضاً، ص۳۴۶

۱۱۔ ایضاً، ص۳۹۱

۱۲۔ ڈاکٹر اظہار الحق، اقلیم، ولایتیں اور سرخ خیمہ، مشمولہ چہار سو، فیض الاسلام پرنٹنگ پریس، راولپنڈی، جلد ۲۹، شمارہ: جولائی، اگست ۲۰۲۰، ص۲۱

۱۳۔ عباس تابش، عشق آباد، (کلیات)، محولہ بالا، ص۲۶۴، ۲۶۵

۱۴۔ ایضاً، ص۵۲۴

۱۵۔ ایضاً، ص۵۱۸

۱۶۔ ایضاً، ص۳۰۳

۱۷۔ ایضاً، ص۶۳۶

۱۸۔ ایضاً، ص۶۳۶

۱۹۔ ایضاً، ص۵۴

۲۰۔ ایضاً، ص۶۴۵